OPEN ACCESS
Al-Idrak
Research Journal
ISSN (Online): 2789-3227
ISSN (Print): 2789-3235
www.alidrakresearchjournal.com

قبل از بعثت عرب میں یہود کی آبادکاری اور ان کی سماجی حیثیت

The Jewish Settlement in Arabia before the Prophethood and their Social Status

☆ **Advocate Sajid Ali Chishti**
Mphil Scholar, Dept. of Islamic Studies, G C University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

☆☆ **Prof. Dr. Humayun Abbas**
Dean Islamic and Oriental Learning Islamic Studies, G C University, Faisalabad, Punjab, Pakistan.

Citation:
Chishti, Advocate Sajid Ali and Pro. Dr. Humayun Abbas"The Jewish Settlement in Arabia before the Prophethood and their Social Status." Al-Idrāk Research Journal, 4, no.1, Jan-Jun (2024): 1– 20.

ABSTRACT

The Jews of Arabia held an ancient history, but they could not be considered the original inhabitants of the Arabian Peninsula. They migrated to this region at various times for different reasons and settled here. Over time, they established their influence and became an integral part of the society. Before the advent of Islam, they had already established significant populations in Arabia. In addition to industry and craftsmanship, they had excelled in agriculture and trade. The Arabs, on the other hand, were an illiterate nation with a mindset of idolatry, and the Jews, being the bearers of the Mosaic law and possessing ancient religious literature, had a significant impact on the Arabs. As a result, the Arabs would often seek their guidance in religious matters and considered them superior. Many Arab tribes had adopted Judaism, and many individuals had converted. Similarly, the Jews had also adopted Arab customs and traditions to assimilate with them. Their language, dress, and way of life had been influenced by Arab culture. They were considered part of the Arab nation, but despite this, they maintained their religious and intellectual identity, remaining steadfast to their beliefs.

Keywords: Jāhiliyah, Yahūdīyah, Arab, Ābād Kārī, Samājiyāt

تعارف

رسولِ کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے عرب معاشرہ مختلف افکار و نظریات کا حامل تھا۔ اس متنوع الفکر سماج میں یہود مذہبی و سماجی حیثیت سے اپنا الگ تشخص قائم کئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ اگرچہ سرزمینِ عرب پر مہاجرین کی حیثیت سے آئے تھے مگر انھوں نے نہ صرف یہاں مختلف مقامات پر اپنی آبادیاں قائم کیں بلکہ اپنی مختلف النوع مہارتوں

کی بنا پر یہاں کی سماجی زندگی میں خاصا اثر و رسوخ بھی بنا لیا تھا۔ اگرچہ اخلاقی و مذہبی زندگی میں وہ انتہائی پستی کا شکار تھے لیکن صنعت و حرف ہو یا ذراعت و تجارت، ہر لحاظ سے سماجی زندگی کے مختلف شعبوں میں انہیں الگ مقام حاصل تھا۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کی تمام سرگرمیاں محض اپنی قوم کے ساتھ خاص تھیں۔ معاشرے کے دیگر افراد کی ترقی و خوشحالی سے وہ خود کو نہ صرف بری الزمہ سمجھتے تھے، بلکہ جہاں تک ممکن ہوتا سود اور دوسری خرابیوں کی بنا پر معاشرے میں استحصالی صورت حال پیدا کرنے میں پیش پیش نظر آتے تھے۔ اور یوں مجموعی طور پر عرب معاشرے کی ابتری میں ان کا خاصا عمل دخل تھا۔ یہاں تک رسالتِ مآب ﷺ کی بعثت سے ان خرابیوں کا قلعہ قمع ہوا، اور عرب سماج کی تشکیل نو عدل و انصاف اور اخوت و مساوات کے اصولوں پر ہوئی۔

(الف) یہودیت۔ تعارف و تاریخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام دنیا کے تین بڑے مذاہب یہودیت، نصرانیت اور اسلام [1] کے ماننے والوں کے لئے جد امجد اور نقطہ اتصال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؑ عراق کے باشندے تھے آپؑ نے دنیا کے مختلف خطوں مصر، شام، فلسطین اور حجاز میں خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا پیغام پہنچایا۔ آپ کی ذات سے اسلام کی عالمگیر دعوت کا آغاز ہوا۔ اسی کے پیش نظر آپؑ نے لوطؑ کو شرق اردن، بی بی ہاجرہ اور اسماعیلؑ کو مکہ میں بسانے کے بعد اپنے فرزند اسحاقؑ کے ساتھ فلسطین میں "الخلیل" جہاں آج آپ کا مزار ہے کے مقام پر مقیم ہوئے۔ جناب اسحاقؑ کے بیٹے یعقوبؑ کی نسبت سے ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی۔ ابتداء میں یہ لوگ ابراہیمؑ کی نسبت سے عبرانی کہلاتے تھے کیوں کہ آپؑ کے اجداد میں پانچویں جد امجد عبر کا نام تھا جس کے سبب آپ کو "ابراہیم العبرانی" کہا جاتا تھا۔[2] ڈاکٹر اسرائیل

---

[1] عمومی طور پر اس اصطلاح کے استعمال سے بعثتِ رسالتِ مآب ﷺ کا زمانہ مراد لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اللہ کے نزدیک ایک ہی دین ہے اور وہ دینِ اسلام ہے۔ تمام انبیاءؑ اسی دین کی تبلیغ و تبشیر کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ اس مقالہ میں جہاں بھی یہ اصطلاح آئے گی اس سے مراد عمومی مفہوم یعنی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا زمانہ ہی مراد لیا جائے گا۔

[2] طنطاوی، محمد سید، **بنو اسرائیل فی القرآن والسنة** (القاہرۃ: دار الشروق، 2000ء)، 9 :11۔ / حمید اللہ، محمد، یہود: **اردو دائرہ معارف اسلامیہ**، جلد نمبر 23، (لاہور: دانش گاہ پنجاب، طبع دوم، 2010ء)، 35۔

Ṭanṭāwī, Muḥammad Sayyid, *Banū Isrā'īl fī al Qur'ān wa al Sunnah* (al Qāhirah: Dār al Shurūq, 2000), 9:11./ Ḥamīdullāh, Muḥammad, *Yahūd*, Urdū Dā'irah Ma'ārif Islāmīyah, jild numbar 23, (Lāhōr: Dānishgāh Panjāb, ṭab'ah dūm, 2010), 35.

ولفنسوہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کا تعلق صحرائی امم بدویہ سے تھا جو بقائے زندگی کے لیے مختلف منازل طے کرتے رہتے تھے۔ ان کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ مختلف جنگلات، وادیاں اور منازل عبور کرتے اس لیے انہیں عبرانی کہا جانے لگا مزید کہتے ہیں کہ کلمہ عبری فعل "عبر" سے مشتق ہے جس کے معنی منازل طے کرنا، وادی یا نہر کا پار کرنا ہیں۔ یہ کلمہ بدوی ہی کی مثل ہے جو مجملا "تحول و تنقل" پر دلالت کرتا ہے۔ بعد ازاں اولادِ یعقوبؑ نے ارضِ کنعان کو جب اپنا مستقل وطن بنایا اور تہذیب و تمدن سے متعارف ہوئے تو اسرائیلی کہلائے جانے لگے۔[1]

(ب) یہودیت کی وجہ تسمیہ:

لغت میں کلمہ "یہود" هاد یهود هودا سے ماخذ ہے جس کے معنی توبہ کرنے اور رجوع کرنے کے ہیں۔[2] جب بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش سے توبہ کی تو انھیں یہود کہا جانے لگا۔ قرآن مجید میں اسی طرف اشارہ ہے قولہ عزوجل: "أنا هدنا إليك"[3]

شیخ طنطاوی بیان کرتے ہیں کہ یہودا ایک قبیلے کا نام تھا جس کی نسبت یعقوبؑ کے بیٹے یہودا کی طرف تھی۔ سلیمانؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی مملکت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ان میں سامریہ کا اسیریا کے ہاتھوں (721ق م)

---

[1] اسرائیل ولفنسوہ، الدکتور، **تاریخ اللغات السامیة**(مصر: مطبعة الاعتماد، 1929ء)، 78۔

Isrā'īl Wulfinsoh, alDuktūr, *Tārīkh alLughāt alSāmīyah* (Miṣr: Maṭba'ah alA'itmād, 1929), 78.

[2] احمد بن فارس بن زكريا، ابو الحسين، **معجم مقاييس اللغة**(تهران: مكتبة الإعلام الاسلامي، 1404ھ)، 6:18۔/ابنِ منظور الافریقی، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم بن علی، **لسان العرب**(بيروت: دار صادر، 1414ھ)، 3:439۔/ ابن سیدہ المرسی، ابو الحسن علي بن اسماعیل، **المحكم والمحيط الاعظم**، المحقق: عبدالحمیدہنداوی(بیروت: دارالكتب العلمية، 2000ء)، 4:411۔

Aḥmad ibn Fāris ibn Zakarīyā, Abū alḤusayn, *Mu'jam Maqāyīs alLughah* (Tehrān: Maktabah alI'lām alIslāmī, 1404 AH), 6:18./ Ibn Manẓūr alIfrīqī, Abū alFaḍl Jamāl alDīn Muḥammad ibn Makram ibn 'Alī, *Lisān al'Arab* (Bayrūt: Dār Ṣādir, 1414 AH), 3:439./ Ibn Sīdah alMursī, Abū alḤasan 'Alī ibn Ismā'īl, *alMuḥkam wa alMuḥīṭ alA'ẓam*, alMuḥaqqiq: 'Abd alḤamīd al Hindāwī (Bayrūt: Dār alKutub al'Ilmīyah, 2000), 4:411.

[3] الاعراف، 7:156۔

alA'rāf, 7:156.

خاتمہ ہوا، ان کا نام نشان تک باقی نہ رہا اور بچ جانے والے سلطنت یہودیہ جو بن یامین اور یہودا کی نسل نے قائم کی تھی کے ماتحت آگئے۔ چونکہ یہودا کی اولاد کثرت میں تھی اور سلطنت بھی انہی کے ہاتھوں میں تھی تو اس سبب سے تمام بنی اسرائیل یہود کہلائے جانے لگے۔[1]

ڈاکٹر محمد حمید اللہ بیان کرتے ہیں قرآن میں بنی اسرائیل سے متعلق مختلف اصطلاحات "**الیہود، یہودیا، اللذین ھادوا، بنی اسرائیل اور آل عمران**" کم وبیش مترادفات کے طور پر استعمال ہوئی ہیں۔[2] البتہ ڈاکٹر جواد علی اور مولانا مودودی ان سے اتفاق نہیں کرتے ان کے نزدیک قرآن نے بنی اسرائیل اور مذہب یہود کے اپنانے والوں میں فرق کیا ہے جہاں "الذین ھادوا" کے الفاظ ہیں اس سے مراد وہ تمام لوگ مراد ہیں جنھوں نے یہودیت اختیار کی جبکہ بنی اسرائیل سے بنی اسرائیل کے تحت ہی خطاب ہوا ہے۔[3]

(ج) عرب میں یہود کا ورود:

خطہ عرب میں بنی اسرائیل کی آمد کب اور کہاں ہوئی؟ اس سے متعلق کوئی مستند تاریخ موجود نہیں اس لیے کہ خود یہودِ عرب نے اپنے متعلق کوئی تحریر چھوڑی ہے اور نہ ہی بقیہ یہودی مورخین نے ان سے متعلق کچھ بیان کیا ہے جس کی وجہ ان کا عربیت اختیار کرنا تھا۔ ان کی تاریخ کے بنیادی مصادر میں جاہلی اشعار اور اسلامی ادب ہی سر فہرست ہیں۔[4] مورخین نے عرب میں یہودیت کی آمد سے متعلق مندرجہ ذیل آراء ذکر کی ہیں:

---

[1] طنطاوی، بنو اسرائیل فی القرآن و السنۃ، 13۔

Ṭanṭāwī, Banū Isrā'īl fī al Qur'ān wa al Sunnah, 13.

[2] حمید اللہ، یہود، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 23:355۔

Ḥamīdullāh, *Yahūd*, Urdū Dā'irah Ma'ārif Islāmīyah, 23:355.

[3] جواد علی، الدکتور، **المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام** (بیروت: دار العلم للملایین، 1976ء)، 6:512۔/ مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **یہودیت** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2021ء)، 23۔

Jawād 'Alī, al Duktūr, *al Mufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl al Islām* (Bayrūt: Dār al'Ilm lil Malā'īn, 1976), 6:512./ Mawdūdī, Sayyid Abū al A'lā, *Yahūdīyah* (Lāhōr: Idārah Tarjumān al Qur'ān, 2021), 23.

[4] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:511۔

Jawād 'Alī, Al Mufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl al Islām, 6:511.

1- حجاز کی طرف بنی اسرائیل کی پہلی ہجرت موسیٰؑ کے دور میں ہوئی جب آپؑ نے عمالقہ کو نکالنے کے لئے بنی اسرائیل کا ایک لشکر بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ تمام عمالیق کو قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے ایک خوبصورت شہزادے کو زندہ رہنے دیا اور اسے اپنے ساتھ واپس فلسطین لے گئے، اس وقت تک موسیٰؑ کی وفات ہو چکی تھی۔ عمالقی شہزادے کو زندہ دیکھ کر بنی اسرائیل نے لشکر کو موسیٰؑ کے حکم کی خلاف ورزی کے جرم میں وہاں سے نکال دیا۔ اسی لشکر نے واپس حجاز میں آکر مستقل سکونت اختیار کر لی۔[1]

2- سمہودی بیان کرتے ہیں جب حضرت موسیٰؑ نے حج کیا تو ان کے ہمراہ بنو اسرائیل کے کچھ افراد بھی تھے واپسی پر جب مدینہ پہنچے تو انھیں معلوم ہوا کہ یہ اس نبی کا مقام ہجرت جن کا ذکر خیر تورات میں یوں آیا ہے کہ وہ خاتم النبیین ﷺ ہوں گے لہٰذا ان میں سے بعض لوگ وہیں ٹھہر گئے۔ یہ بنو قینقاع کے گاؤں کا مقام تھا یہ لوگ مدینہ میں سب سے پہلے ٹھہرے۔[2]

3- ڈاکٹر جواد علی کے مطابق بنی اسرائیل کی دوسری ہجرت اس وقت ہوئی جب بخت نصر نے فلسطین کو فتح کیا اور ہیکل سلیمانی کو تباہ کر دیا تو بہت سے یہودی یہاں آکر آباد ہو گئے۔[3]

4- اکثر مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ 70ء عیسوی میں رومیوں کے فلسطین پر غلبہ کے بعد یہود کے بہت سے قبائل نے باقاعدہ ہجرت کی اور حجاز میں یثرب، تیما، وادی القریٰ، ایلہ، مقنا، فدک اور خیبر میں آکر آباد ہو گئے۔[4]

---

[1] الاصفہانی، ابو الفرج علی بن حسین، **الاغانی**(بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، 22:107۔/ سمہودی، نور الدین علی بن احمد، **وفاء الوفا بأخبار دار المصطفي**ﷺ(بیروت: موسسة التاريخ العربي، 2009ء)، 1:127۔

AlIsfahānī, Abū alFaraj 'Alī ibn Ḥusayn, *alAghānī* (Bayrūt: Dār Iḥyā' alTurāth al'Arabī, s.n.), 22:107/. Samhūdī, Nūr alDīn 'Alī ibn Aḥmad, *Wafā' alWafā biAkhbār Dār alMuṣṭafā* (Bayrūt: Mu'assasah alTārīkh al'Arabī, 2009), 1:127.

[2] ایضاً، 1:126۔

Ayḍan, 1:126.

[3] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:511۔

Jawād 'Alī, AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām, 6:511.

[4] الاصفہانی، الاغانی، 22:108۔/ طنطاوی، بنو اسرائیل فی القرآن والسنة، 65۔

AlIsfahānī, *AlAghānī*, 108:22./ Ṭanṭāwī, *Banū Isrā'īl fī alQur'ān wa alSunnah*, 65.

ڈاکٹر جواد علی کے مطابق یہ ایک مستند تاریخی روایت ہے اس لیے کہ اس پر بہت سے شواہد موجود ہیں جیسا کہ حجر اور دیگر علاقوں میں پہلی صدی عیسوی کے کئی نبطی کتبے دریافت ہوئے ہیں جن پر عبرانی نام موجود ہیں البتہ موسیؑ کے زمانے میں یہود کے حجاز میں آباد ہونے کا افسانہ انہوں نے اس لئے گھڑا کہ عربوں پر قدیم الاصل ہونے کی دھونس جما سکیں۔[1] یہ روایت خود یہودی مؤرخین کے ہاں بھی تسلیم شدہ ہے جیسے کہ ڈاکٹر اسرائیل ولفنسوہ کہتے ہیں 70 عیسوی میں یہود اور رومیوں کی لڑائی کے بعد فلسطین میں یہودیوں کے لئے رہنا دوبھر ہو گیا تھا جس پر بہت سے یہود قبائل جزیرہ عرب کی طرف ہجرت کر گئے۔[2]

اگرچہ مورخین نے مؤخر الذکر رائے کو درست خیال کیا ہے مگر روایات کے صحیح تجزیہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمام روایات کو مکمل طور پر نہ قبول کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کا انکار ممکن ہے البتہ تطبیق کی راہ موجود ہے۔ اور وہ یہ کہ فلسطین سے یہودی مختلف اوقات میں مختلف اسباب و محرکات کی بنا پر حجاز اور دیگر عرب علاقوں کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ ممکن ہے بنی اسرائیل کے لوگ سب سے پہلے موسیؑ کے زمانے ہی میں آئے ہوں۔ بعد ازاں بخت نصر کے حملے کے وقت مزید لوگ ہجرت کر کے آباد ہو گئے ہوں۔ اس طرح بتدریج ان کی تعداد بڑھنے سے انھوں نے دوسری صدی کے آغاز تک یہاں سیاسی غلبہ حاصل کر لیا ہو۔ جن مؤرخین نے اس سے پہلے خطہ عرب بالخصوص یثرب کی طرف یہود کی ہجرت کے دعوے کو تسلیم نہیں کیا وہ یہود کے سیاسی غلبے کے بعد کی روایات پر اعتبار کرتے ہیں۔ حالانکہ انھیں غالب ہونے میں صدیاں لگی ہوں گی۔ اسی طرح بہت سے مؤرخین یہود کی عربیت کے سبب ان کی قدیم آبادکاری سے انکاری ہیں جبکہ ممکن ہے پہلے پہل آنے والے قبائل عربوں میں ضم ہو گئے ہوں اور سب سے آخر میں آنے والے قبائل جیسے بنو قریظہ اور بنو نضیر اپنا تشخص قائم رکھنے میں کامیاب رہے ہوں۔

---

[1] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:513۔/ مودودی، یہودیت، 210۔
Jawād 'Alī, AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām, 6:513./ Mawdūdī, Yahūdīyah, 210.

[2] اسرائیل ولفنسوه، الدکتور، **تاریخ الیهود في بلاد العرب** (مصر: مطبعة الاعتماد بشارع حسن الاکبر، 1927ء)، 9۔
Isrā'īl Wulfinsoh, alDuktūr, *Tārīkh alYahūd fī Bilād al'Arab* (Miṣr: Maṭba'ah alA'itmād biShāri' Ḥasan alAkbar, 1927), 9.

دوسری طرف یہود کا عربوں پر قدیم الاصل ہونے کا دعویٰ بھی درست نہیں کیوں کہ ان سے پہلے یثرب میں عمالقہ موجود تھے۔ علامہ اصفہانی کے مطابق بنی اسرائیل کے علاوہ عرب قبائل میں سے بنو الحرمان، بنو مرثد، بنو انیف، بنو معاویہ، بنو الحارث بن بھثۃ اور بنو الشطیہ بھی آباد تھے۔ ان کی قدامت کا یہ دعوٰی اس لئے بھی درست نہیں کیوں کہ عرب جنابِ اسماعیلؑ کی اولاد ہیں جو کہ یہود کے جد امجد جنابِ اسحاقؑ کے بھائی تھے اور ان کے باپ سیدنا ابراہیمؑ نے ہی اسماعیلؑ اور ان کی والدہ سیدہ ہاجرہؑ کو مکہ میں آباد کیا تھا۔ ان کی تمام نسل عرب کے مختلف علاقوں میں آباد رہی ہے ان کا کسی بھی غیر عرب علاقے کی طرف ہجرت کرنے کا واقعہ تاریخ میں درج نہیں، لہٰذا اس خطے میں عربوں پر کسی بھی غیر قوم کی قدامت کا کوئی بھی دعوٰی قبول نہیں کیا جا سکتا۔

اس تجزیہ کے بعد اگر یہود کی فلسطین سے حجاز کی طرف ہجرت کے مندرجہ ذیل اسباب و محرکات پر غور کیا جائے تو معاملہ اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔:

1- سامی مذاہب کے جدِ امجد سیدنا ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیلؑ کے ساتھ مل کر کعبۃ اللہ کی تعمیرِ نَو کی، آپؑ کے بعد انبیاءؑ مختلف اوقات میں اس گھر کی زیارت کے لئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ ممکن ہے جب موسیٰؑ کی یہاں آمد ہوئی ہو تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے لوگ بھی آئے ہوں اور ان میں بعض نے یہاں سکونت اختیار کر لی ہو۔

2- ارض فلسطین پر مسلسل بیرونی حملوں کی وجہ سے یہودیوں کی بقا خطرے میں پڑ گئی تھی جس کے سبب وہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔

3- جغرافیائی لحاظ سے ارضِ فلسطین اور حجاز کا علاقہ متصل ہے کسی بھی دور دراز علاقے کی بجائے یہاں ہجرت کرنا بہتر اور آسان حل تھا اس کے ساتھ ساتھ مستقبل میں اپنے آبائی وطن کی طرف دوبارہ واپسی بھی آسان تھی۔

4- تجارتی لین دین کے سبب یہود عربوں سے شناسا تھے لہٰذا کسی بھی غیر شناسا علاقے اور لوگوں کی طرف ہجرت کی بجائے انھیں یہاں زیادہ اطمینان تھا۔

5- یہ ایک قابل توجہ امر ہے کہ یہود کی تمام آبادیاں عرب کی تجارتی شاہراہوں پر تھیں جیسے یثرب، فدک، خیبر اور تیما وغیرہ اس کی وجہ یہ نظر آتی ہے کہ خطہ عرب کی طرف ہجرت کرنے سے انھیں تجارت کے زیادہ مواقع میسر ہوتے جس سے وہ اپنی تباہ شدہ معاشی حالت کو جلد بہتر بنا سکتے تھے۔

6- حجاز کی سرزمین زراعت کے لئے مفید اور کارگر تھی جبکہ یہود کی اکثریت زراعت سے ہی وابستہ تھے لہذا یہاں ان کے لئے بقائے حیات اور ترقی کے زیادہ مواقع تھے۔

7- یہود متمدن ہونے کے ساتھ ساتھ بہت سے علوم وفنون سے متعارف تھے جبکہ دوسری طرف عرب نسبتاً امی تھے اس سے یہود کو عربوں پر اپنی علمی دھاک بٹھانا آسان تھا۔

(د) عرب میں یہود کی آباد کاری:

اس اختلاف کے باوجود کے خطہ عرب میں یہود کا ورود کب ہوا یہ بات مسلم ہے کہ بعثتِ رسالتِ مآب ﷺ کے وقت عرب میں یہود کی کثیر تعداد موجود تھی۔ ان کی آباد کاری کو مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. مستقل سکونت اور کثرت آبادی والے علاقے
2. عارضی سکونت اور اقلیت والے علاقے

1- مستقل سکونت اور کثرت آبادی والے علاقے:

عرب میں جہاں زمینیں زراعت کے قابل تھی اور پانی وافر مقدار میں موجود تھا وہاں یہود نے مستقل سکونت اختیار کی مرورِ زمانہ کے ساتھ یہود پہنچتے رہے یہاں تک کہ ظہورِ اسلام کے وقت یہ آبادیاں شہروں، قصبوں اور بڑے قبائل کی صورت اختیار کر چکی تھیں۔ یہ مستقل اور بڑی آبادیاں یثرب، تیما، خیبر، فدک، وادی القری، یمامہ، عروض مقنا اور ایلہ وغیرہ کے مقامات پر واقع تھیں۔[1]

[1] الاصفهانی، الاغانی، 22:112107۔/ابن خلدون، عبدالرحمن، **کتاب العبر وديوان المبتدأ والخبر في أيام العرب والعجم والبربر ومن عاصرهم من ذوي السلطان الأكبر** (بیروت: دار الفکر، 2000ء)، 2:342۔/ جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:511،516،517،519۔

AlIsfahānī, AlAghānī, 22:107112./ Ibn Khaldūn, 'Abd alRaḥmān, Kitāb al'Ibar waDīwān alMubtada' waalKhabar fī A'yām al'Arab waal'Ajam waalBarbar waman 'Āṣarahum min Dhawī alSulṭān alAkbar (Bayrūt: Dār alFikr, 2000), 342:2./ Jawād 'Alī, AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām, 6:511,516,517,519.

عہدِ رسالت مآب ﷺ میں یہ تمام علاقے رسول اللہ ﷺ کے زیر تسلط آ گئے۔ ان میں سے بعض نے جنگ اور بعض نے صلح و مصالحت کے ذریعے آپ کی حکمرانی کو تسلیم کیا۔ اس پر کتب حدیث میں متعدد روایات موجود ہیں جیسا کہ بخاری و مسند احمد میں بیان ہوا ہے کہ ایلہ کا حاکم آیا اور رسول اللہ ﷺ کو ایک سفید خچر بطور ہدیہ پیش کیا جس پر آپ ﷺ نے اسے ایک چادر عنایت فرمائی اور اس کے لئے اس کا علاقہ لکھ دیا۔ اسی طرح بلاذری کہتے ہیں کہ جب خیبر اور وادی القری کو جنگ سے فتح کیا گیا تو دیگر کئی علاقے صلح پر آمادہ ہو گئے آنحضرت ﷺ نے ان کی درخواست پر پھل اور غلے کی آدھی بٹائی پر معاملہ فرمایا اور انہیں وہیں رہنے دیا یہاں تک کہ سیدنا عمر کے زمانے میں تمام یہود کو ان کی خباثتوں کے سبب خطہ عرب سے نکال دیا گیا۔[1]

2-عارضی سکونت اور اقلیت والے علاقے:

مذکورہ بالا علاقوں کے علاوہ تجارتی اور دیگر اغراض و مقاصد کی خاطر یہود نے مختلف علاقوں میں عارضی سکونت اختیار کر رکھی تھی جیسے مکہ، عدن، مدن، بحرین، نجران اور شرق عرب میں ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ یہودی بستیاں آباد تھیں البتہ وہ اقلیت میں شمار ہوتے تھے۔ ابن ہشام کے مطابق یمن میں تبان اسعد ابو کرب کے عہد میں یہودیت کو فروغ ملا البتہ عہدِ رسالت ﷺ میں وہاں ان کو ذکر نہیں ملتا ممکن ہے قلتِ عدد کے سبب ذکر نہ کیا گیا ہو۔[2]

---

[1] محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاري، کتاب الخوف، باب التبکیر والغلس بالصبح والصلاۃ عند الاغارۃ و الحرب، رقم الحدیث: 947۔/ مسلم بن الحجاج القشیری، صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی معجزات النبی ﷺ، رقم الحدیث: 5948۔/ ابو داؤد سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفيء والامارۃ، باب ماجاء فی حکم ارض خیبر، رقم الحدیث: 3016۔/ بلاذري، ابو العباس احمد بن یحی بن جابر، **فتوح البلدان** (بیروت: مؤسسة المعارف، س۔ن)، 1: 33، 41، 47۔

Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alKhawf, Bāb alTabkīr waalGhuls bialṢubḥ waalṢalāh 'inda alAghārah waalḤarb, Raqm alḤadīth: 947./ Muslim ibn alḤajjāj al Qushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb alFaḍā'il, Bāb fī Ma'jīzāt alNabī (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam), Raqm alḤadīth: 5948./ Abū Dāwūd Sulaymān ibn Ashʿath alSijistānī, *Sunan Abī Dāwūd*, Kitāb alKharāj waalFay' waalImārah, Bāb Mā Jā'a fī Ḥukm Arḍ Khaybar, Raqm alḤadīth: 3016./ Balādhurī, Abū al'Abbās Aḥmad ibn Yaḥyá ibn Jābir, *Futūḥ alBuldān* (Bayrūt: Mu'assasah alMa'ārif, s.n.), 1:33, 41, 47.

[2] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6: 530۔

اسلامی فتوحات کا دائرہ جب ان علاقوں تک پھیلا تو یہود نے مقامی باشندوں کے ساتھ اسلام کی حکمرانی کو تسلیم کیا جیسے کہ بلاذری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے العلاء بن عبد اللہ بن عماد الحضرمی جو کہ بنی عبد شمس کا حلیف تھا کو البحرین کی طرف دو خطوط دے کر بھیجا جن میں سے ایک المنذر بن ساوی اور دوسرا مرزبان کے نام تھا ان میں اسلام یا جزیہ کی دعوت تھی چنانچہ ان دونوں نے اسلام قبول کیا جبکہ وہاں دیگر اقوام میں سے یہود اور مجوس جزیہ دینے پر رضامند ہوئے اسی طرح صلح نجران میں بھی یہود نے جزیہ دینا قبول کیا۔[1]

(ی) یہود کی قبائلی تقسیم:

خطہ عرب میں یہودی قبائل کو مندرجہ ذیل دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

1. اصلا یہودی النسل قبائل
2. اصلا عربی النسل قبائل

1- اصلا یہودی النسل قبائل: سمھودی بیان کرتے ہیں ظہورِ اسلام کے وقت عرب کے مختلف حصوں میں بیس سے زائد یہودی قبائل آباد تھے۔[2] ان میں بنو قریظہ اور بنو نضیر خاص مقام و مرتبہ کی حامل تھے۔ انہیں الکاہنین کہا جاتا تھا وہ خود کو الکاہن بن ہارون کی طرف منسوب کرتے تھے اور اسی نسلی تفاخر کی بنیاد پر وہ دیگر تمام یہود سے خود کو ممتاز تصور کرتے تھے۔ ان کے علاوہ یثرب اور اس کے گردونواح میں بنو عکرمۃ ،بنو ثعلبۃ، بنو محمر، بنو زغورا، بنو قینقاع، بنو زید، بنو بھدل، بنو عوف، بنو الفصیص یا القصیص کے یہود آباد تھے۔[3]

اسی کثرت کی بنیاد پر یہود نے یثرب اور دیگر علاقوں میں اپنی سادت قائم کر رکھی تھی یہاں تک کہ سیلِ سدِ مآرب کے بعد اوس و خزرج کے عرب قبائل یہاں آکر آباد ہوئے تو انھوں نے مالک بن العجلان کی قیادت میں یہود کے

Jawād 'Alī, AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl al Islām, 6:530.

[1] بلاذري، فتوح البلدان، 106107۔

Balādhurī, *Futūḥ alBuldān*, 106107.

[2] سمهودی، وفاءالوفا باخبار دار المصطفي ﷺ، 1:132۔

Samhūdī, *Wafā 'al Wafā biAkhbār Dār alMuṣṭafā* (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam), 1:132.

[3] الاصفهاني، الاغاني، 22:109۔

AlIsfahānī, *AlAghānī*, 22:109.

ظلم وعناد کے خلاف الم بغاوت بلند کیا اور ابی جبیلہ غسانی کی مدد سے یہود پر غلبہ حاصل کر لیا۔[1] ان تمام یہودی قبائل میں بنی زغوراعبرانی جبکہ دیگر تمام نام عربی تھے۔ مولانا مودودی کے بقول:

"زبان، لباس، تہذیب و تمدن، ہر لحاظ سے انھوں نے پوری طرح عربیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا حتی کہ ان کی غالب اکثریت کے نام تک عربی ہو گئے تھے۔ ۱۲ یہودی قبیلے جو حجاز میں آباد ہوئے تھے ان میں سے بنی زغورا کے سوا کسی قبیلے کا نام عبرانی نہ تھا۔ ان کے چند گنے چنے علماء کے سوا کوئی عبرانی جانتا تک نہ تھا"۔[2]

اس بناپر بعض مستشرقین ان کے یہودی النسل ہونے سے انکاری ہیں۔[3] سید طنطاوی بیان کرتے ہیں یہ بات ہر گز قابل قبول نہیں کہ ان تمام قبائل کا تعلق بنی اسرائیل سے نہ تھا کیوں کہ قرآن نے متعدد آیات میں ان کو ان کی اصل ہی سے ان کو پکارا ہے۔[4] جیسے کہ فرمایا:

1. يَا بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَوۡفُواْ بِعَهۡدِيٓ أُوفِ بِعَهۡدِكُمۡ وَإِيَّٰيَ فَٱرۡهَبُونِ[5]
2. يَا بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَتِيَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَأَنِّي فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى ٱلۡعَٰلَمِينَ[6]

[1] ابن خلدون، تاریخ ابن خلدون، 2:342۔

Ibn Khaldūn, *Tārīkh Ibn Khaldūn*, 2:342.

[2] مودودی، یہودیت، 211۔

Mawdūdī, *Yahūdīyah*, 211.

[3] اسرائیل ولفنسوه، تاریخ الیهود في بلاد العرب، 13۔

Isrā'īl Wulfinsoh, *Tārīkh al Yahūd fī Bilād al'Arab*, 13.

[4] طنطاوی، بنو اسرائیل فی القرآن و السنة، 65۔

Ṭanṭāwī, *Banū Isrā'īl fī al Qur'ān wa al Sunnah*, 65.

[5] البقرة، 2:40۔

AlBaqarah, 2:40.

[6] ایضا، 2:47۔

Ayḍan, 2:47.

3. وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ [1]

2-اصلاً عربی النسل قبائل: یعقوبی بیان کرتے ہیں بہت سے عرب قبائل میں بھی یہودیت سرایت کر چکی تھی جن میں حمیر، بنی کنانہ، بنی حارث بن کعب، بنی کندہ، جزام اور غسانی قبائل مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں اوس و خزرج، بنو جنبہ، بنو غادیہ اور بنو عریض کے بعض افراد بھی یہودیت میں داخل ہو چکے تھے۔[2] بعض مستشرقین کے جواب میں اسلامی مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ حجاز میں کسی بھی عربی قبیلے نے مجموعی طور پر یہودیت اختیار نہیں کی البتہ بعض قبائل کے افراد انفرادی طور پر اس مذہب میں داخل ہو گئے تھے۔[3] کتبِ اسلامی میں یہودی قبائل کے بہت سے اشرافیہ کے نام ذکر ہوئے ہیں جن میں اکثریت منافقوں اور پیغمبرِ اسلام ﷺ سے عداوت رکھنے والوں کی ہے البتہ بعض صاحبِ فطرت لوگ ایمان کی دولت سے سرشار بھی ہوئے ان تمام کی تفصیل درج ذیل ہے:

بني النضير کی اشرافیہ: حيي بن أخطب، أخواه أبو ياسر بن أخطب، جدي ابن أخطب، سلام بن مشكم، كنانة بن الربيع بن أبي الحقيق، سلام بن أبي الحقيق، أبو رافع الأعور، الربيع ابن الربيع بن أبي الحقيق، عمرو بن جحاش، كعب بن الأشرف اس کا اصل قبیلہ طيء تھا، أحد بني نبهان، الحجاج بن عمرو یہ کعب بن الأشرف کا حلیف تھا، کردم بن قیس یہ بھی کعب بن الأشرف کا حلیف تھا۔

---

[1] ایضاً، 2:83۔

Ayḍan, 2:83.

[2] یعقوبی، احمد بن اسحاق بن جعفر بن وهب بن واضح، **تاریخ الیعقوبي** (بیروت: دار الکتب العلمیة، 2002ء)، 1:219۔/ جواد علی، المفصل في تاریخ العرب قبل الاسلام، 6:522،518۔

Ya'qūbī, Aḥmad ibn Isḥāq ibn Ja'far ibn Wahb ibn Wāḍiḥ, *Tārīkh al Ya'qūbī* (Bayrūt: Dār al Kutub al'Ilmīyah, 2002), 219:1./ Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 6:518,522.

[3] طنطاوی، بنو اسرائیل فی القرآن و السنة، 66۔/ محمد عزه دروزه، **عصر النبي ﷺ و بيئته قبل البعثة** (بیروت: دار الیقظة العربیة، 1964ء)، 177۔

Ṭanṭāwī, Banū Isrā'īl fī alQur'ān wa alSunnah, 66./ Muḥammad 'Azīz Darwazah, *'Aṣr alNabī (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam) wa Bī'itihī qabl alBa'thah* (Bayrūt: Dār al Yiqẓah al'Arabīyah, 1964), 177.

بني ثعلبة ابن الفطيون کی اشرافیہ: عبد الله بن صوريا الأعور، ابن ضلوبا، مخيريق۔

بني قينقاع کی اشرافیہ: زید بن اللصیت اسے ابن اللصیت بھی کہا جاتا ہے، سعد بن حيف، محمود بن سيحان، عزيز بن ابي عزيز، عبد الله بن صيف، سويد بن الحارث، رفاعة بن قيس، فنحاص، أشيع، نعمان بن أضاء وتخري بن عمرو، سأس بن عدي، شأس بن قيس، زيد بن الحارث ، نعمان بن عمرو، سكين بن أبي سكين، عدي بن زيد، نُعمان بن أبي أوفى، أبو أنس، محمود بن دخية، مالك بن صيف اسے ابن ضیف بھی کہا جاتا ہے، كعب بن راشد، عازر، رافع بن أبي رافع، خالد أزار ابن أبي أزار، آزر بن آزر، رافع بن حارثة، رافع بن خريملة، رافع بن خارجة، مالك بن عوف ، رفاعة بن زيد بن التابوت ، عبد الله بن سلام بن الحارث اس کا نام الحُصین تھا جب اس نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ اس کا نام عبد اللہ رکھا۔

بني قريظة کی اشرافیہ: الزبير بن باطان بن وهب، غزال بن شمويل، كعب بن عقد، شمويل بن زيد، جبل بن عمرو بن سكينة، التحام بن زيد، فزدم بن كعب، وهب بن زيد، نافع بن أبي نافع، أبو نافع، عدي بن زيد، الحارث بن غرف، گردم بن زيد، أسامة بن حبيب، رافع بن رميلة، جبل بن أبي قشير، وهب بن يهوذا، اسد۔

بني زريق کی اشرافیہ: لبيد بن أعصم وغیرہ۔

بني حارثة کی اشرافیہ: كنانة بن صوريا۔

بني عمرو بن عوف کی اشرافیہ: قردم بن عمرو۔

بني النجار کی اشرافیہ: سلسلة بن برهام۔

بعض یہود منافقانہ کاروائی کرتے ہوئے صحابہ کرام کو بخل کی راہ دکھاتے تھے جن میں کردم بن قیس، أسامة بن حبيب، نافع بن أبي نافع، بحري بن عمرو، حيي بن أخطب، رفاعة بن زيد بن التابوت سر فہرست تھے۔[1] بعض دیگر یہودی اشرافیہ کے نام جن کا ذکر کتب اسلامی میں آیا ہے جیسے السموئل بن عريض بن عاديا، سعية

[1] ابن هشام، ابو محمد مالك، السيرة النبوية ﷺ (بيروت: دار الكتاب العربي، 2013ء)، 1:308306۔

Ibn Hishām, Abū Muḥammad Mālik, *alSīrah alNabawiyyah (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam)* (Bayrūt: DāralKitāb al'Arabī, 2013), 1:306308.

بن عريض بن عاديا، ابی الزناد اليهودی العديمی، شمعون اليمانی، الفطيون، نعيم بن عمرو، قيس بن الخطم، برة بن سموئل، ابو عفك، سارة القريظيه، خوات بن جبير۔[1]

اسلام قبول کرنے والے بعض یہود میں سر فہرست: امین بن یامین الاسرائیل[2]، رفاعہ بن سموئیل القرظی[3]، عطیۃ القرظی[4]، کعب بن حیان القرظی ان کو کعب بن سلیم بھی کہا جاتا تھا[5]، کعب الاحبار یا کعب بن جماز[6]، زید بن سعنۃ انھیں الحبر الاسرائیلی کیا جاتا تھا[7]، عبد اللہ بن سلام تھے۔[8]

---

[1] الاصفہانی، الاغانی، 22:132، 128، 126، 122، 117۔ / جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:551، 532، 528، 524۔ / المحامی، مراد فرج، **الشعراء اليهود العرب** (مصر: المطبعة الرحمانية، 1929ء)، 8، 7۔

AlIsfahānī, *AlAghānī*, 22:117,122,126,128,132./ Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 6:524,528,532,551./ AlMuḥāmī, Murād Faraj, *alShu'arā' alYahūd al'Arab* (Miṣr: alMaṭba'ah alRaḥmāniyyah, 1929), 7, 8.

[2] عسقلانی، شہاب الدين ابو الفضل احمد بن علی بن حجر، **الاصابة في تمييز الصحابة** (بيروت: احيا التراث العربي، س-ن)، 3:649۔

'Asqalānī, Shihāb alDīn Abū alFaḍl Aḥmad ibn 'Alī ibn Ḥajar, *alIṣābah fī Tamīyīz alṢaḥābah* (Bayrūt: Aḥyā' alTurāth al'Arabī, s.n.), 3:649.

[3] ایضا، 1:518۔

Ayḍan, 1:518.

[4] ایضا، 2:475۔

Ayḍan, 2:475.

[5] ایضا، 3:297، 294۔

Ayḍan, 3:294,297.

[6] ایضا، 3:295۔

Ayḍan, 3:295.

[7] ایضا، 1:566۔

Ayḍan, 1:566.

[8] ابن هشام، السيرة النبويةﷺ، 1:309۔/ ابن سعد، محمد بن سعد بن منبع الهاشمی البصری، **الطبقات الكبرى** (بيروت: دار الكتب العلمية، 2022ء)، 2:268۔

(ہ)یہودیت کی سماجی حیثیت:

جاہلی عرب کے معاشرے میں یہود سب سے متمدن، مضبوط اور ہوشیار قوم تھی۔ وہ متمدن علاقوں سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے تھے علوم وفنون میں بھی ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ صدیوں تک مختلف اقوام کے ساتھ ان کا سابقہ رہا جس کے سبب وہ تاریخ کے لیل ونہار سے خوب واقف تھے۔ بخت نصر اور رومیوں کے حملوں کے بعد وہ عرب کے مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔[1] دائمی استقرار و استحکام کی غرض سے انہوں نے ایسے مقامات کا انتخاب کیا جو تجارتی شاہراہوں پر واقع تھے، جہاں کی زمین زراعت کے قابل تھیں اور وہاں پانی وافر مقدار میں موجود تھا۔ بیرونی دنیا سے روابط مضبوط ہونے کے سبب انہوں نے تجارت میں خوب ترقی کی وہ گندم، جو، کھجور کی تجارت کے ساتھ ساتھ شام سے شراب لاتے اور رہن پر فروخت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ساحلی علاقوں میں مرغبانی اور ماہی گیری پر بھی انہی کا قبضہ تھا جانوروں کی تربیت، دستکاری، پارچہ بافی اور صنعت و حرفت کے کئی دیگر امور ان کی معاشی آمدن کا ذریعہ تھے۔[2] بنو قینقاع کے اکثر لوگ سنار، لوہار، اور ظروف سازی کا کام کرتے تھے۔[3] اسی طرح بہت سے یہود چربی پگھلا کر منافع خوری کرتے تھے۔[4]

Ibn Hishām, *AlSīrah alNabawiyyah* (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam), 1:309./ Ibn Sa'd, Muḥammad ibn Sa'd ibn Manī' alHāshimī alBaṣrī, *alṬabaqā talKubrā* (Bayrūt: Dār alKutub al 'Ilmīyah, 2022), 2:268.

[1] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:516۔

Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 6:516.

[2] ایضا، 6 :516۔

Ayḍan, 6: 535.

[3] محمد بن اسماعیل البخاری، صحيح البخاري ،كتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، رقم الحديث: 3091۔

Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb Farḍ alKhums, Bāb Farḍ alKhums, Raqm al Ḥadīth: 3091.

[4] محمد بن اسماعيل البخاری، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب لا يذاب شحم الميتة ولا يباع و دكه ،رقم الحديث: 2223۔/مسلم بن الحجاج القشيرى، صحيح مسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم بيع الخمر والميتة والخنزير والاصنام، رقم الحديث: 4048۔

ان تمام معاشی سرگرمیوں کے باوجود ان کا سب سے بڑا ذریعہ آمدن سود خوری کا تھا۔ وہ عربوں کی عیش پرستی اور انانیت سے فائدہ اٹھا کر انھیں سود کے بھاری قرضوں میں جکڑ لیتے تھے۔ اس استحصالی صورت حال کے سبب عرب معاشی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے جس کا فطری نتیجہ یہ نکلا کہ عربوں کے دلوں میں یہود کی نفرت پنپنے لگی۔[1] جس سے یہود اپنی سماجی اور اقتصادی حیثیت کے بارے میں متفکر ہوئے اور حفاظتی اغراض کے پیش نظر انھوں نے مندرجہ ذیل اقدامات کیے۔

1. عربوں کا اتحاد ان کے لئے بڑا خطرہ تھا مختلف سرداروں کی باہمی رقابتوں کو ہوا دے کر قبائل کے درمیان جنگ وجدل کی آگ بھڑکا دیتے تھے تاکہ ان کے ممکنہ دشمنوں کو ان کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ہی نہ مل سکے پیر کرم شاہ الازہری بیان کرتے ہیں:

> "یثرب کے قبائل اوس اور خزرج کی طویل باہمی آویزش کے پیچھے یہودیوں کی سیاست اور سازش ہی کارفرما ہوتی تھی ان لڑائیوں میں ان کا تیار کردہ اسلحہ بھی بکتا، ان سے سودی قرض بھی لئے جاتے تھے اور ان کے پاس چیزیں رہن بھی رکھی جاتی تھیں۔ اس طرح یہ جنگیں جہاں اوس وخزرج کے قبائل کے لئے مالی اور جانی تباہیوں کا باعث ہوتیں، وہاں یہودیوں کیلئے کئی اعتبار سے سودمند ثابت ہوتیں۔ اوس وخزرج کے قبائل جن کی عددی قوت اور حربی صلاحیت کسی بھی وقت ان کے قومی وجود کے لئے خطرہ بننے کی اہل تھی، وہ اپنی موت آپ مر جاتے۔ یہودیوں کی تجارتی منڈی میں گہما گہمی آجاتی، دولت کی دیوی ان سے خوش ہوتی اور وہ اپنی خوش قسمتی پر پھولے نہ سماتے تھے۔"[2]

Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alBuyū', Bāb Lā Yudhāb Shuhm al Maytah waLā Yubā' waDukkah, Raqm alḤadīth: 2223./ Muslim ibn alḤajjāj alQushayrī, *Ṣaḥīḥ Muslim*, Kitāb alMasāqāh waalMuzārahah, Bāb Taḥrīm Bay' alKhamr waalMaytah wa alKhinzīr waalAṣnām, Raqm alḤadīth: 4048.

[1] جواد علی، المفصل في تاریخ العرب قبل الاسلام، 6:524۔

Jawād 'Alī, *AlMufassal fi Tarikh alArab qabl alIslam*, 6:524.

[2] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 2013ء)، 6:30۔

AlAzhari, Pir Muhammad Karam Shah, *Ziya alNabi* (Lahore: Ziya alQuran Publications, 2013), 6:30.

2- بہت سے یہودی انفرادی اور قبائلی سطح پر عربوں کے حلیف بن گئے تھے اس کی مثال لبید بن عاصم جس نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کروایا اس کا قبیلہ بنو زریق یہودیوں کا حلیف تھا اسی طرح ابنِ ہشام یومِ بعاث کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ اس جنگ میں بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنی النبت قبیلہ اوس کے حلیف تھے۔[1] اس کہ اہم وجہ یہ تھی کہ قبیلہ خزرج قبیلہ اوس سے زیادہ مضبوط تھا اور یہودی مضبوط قبائل کو اپنے لئے بڑا خطرہ سمجھتے تھے اسی لئے وہ اوس کے ساتھ مل گئے تاکہ خزرج کی طاقت کو ختم کیا جا سکے۔ اسی طرح اوس اور خزرج کی باہمی رقابتوں کو ہوا دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیلِ عرم کے بعد جب یہ دونوں قبائل یثرب میں آکر آباد ہوئے تو مالک بن عجلان نے یہود کی سماجی ناانصافی سے تنگ آکر ابوجبیلہ غسانی کی مدد سے ان پر حملہ آور ہو کر ان سے سلطنت چھین لی اس کے بعد یہود ہمیشہ ان کے محکوم رہے۔[2]

3- یہودی قبائل اپنے گردونواح کے عرب سرداروں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے طرح طرح سے ان کی چاپلوسی کرتے اور انھیں قیمتی تحائف پیش کرتے۔ اسی طرح عربوں کو اپنائیت کا احساس دلانے کے لئے انھوں نے عربی بود و باش اختیار کر لی ان کی زبان، لباس اور نام تک عربی ہو گئے۔ اس تمام بدلاؤ کی ممکنہ وجہ یہ تھی کہ وہ باغی قبائل کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں البتہ اس طرزِ معاشرت کے باوجود انہوں نے اپنا مذہبی تشخص قائم رکھا۔ وہ توحید، رسالت، وحی، آخرت اور ملائکہ کے قائل تھے رسالتِ مآب ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہودی عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے۔[3] مقدمات کے فیصلوں اور حدود کے قیام کے لئے انہوں نے عدالتیں قائم کر رکھی تھیں البتہ وہاں انصاف نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی حکام رشوت لے کر ظلم پر مبنی فیصلے کرتے طاقتور قبائل قانون سے ماورا تھے کتاب لاریب ان کے کرتوتوں کا پردہ چاک کرتی ہے۔

---

[1] ابن هشام، السيرة النبوية ﷺ، 1:329۔

Ibn Hishām, *AlSirah alNabawiyyah*, 1:329.

[2] جواد علی، المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام، 6:519۔

Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 6:519.

[3] محمد بن اسماعيل البخاری، صحيح البخاري، كتاب التفسير القرآن، باب سورة يونس اية 90، رقم الحديث: 4680۔

Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alTafsīr alQur'ān, Bāb Sūrat Yūnus Āyah 90, Raqm alḤadīth: 4680.

قولہ عزوجل:

"يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ "[1]

(اے ایمان والو! بیشک اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں۔)

یہی وجہ ہے کہ جب رسالتِ مآب ﷺ مدینہ تشریف لائے تو محکوم و مظلوم عوام طلبِ انصاف کے واسطے آپ ﷺ کی عدالت میں حاضر ہو گئے۔ بخاری میں روایت ہے آپ ﷺ کی بارگاہ میں یہود زنا کا مقدمہ لائے تو آپ ﷺ نے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔[2] یہ فیصلہ ان کی کتاب توراۃ کے عین مطابق تھا مگر ان کے علماء کتمانِ حق کیا کرتے تھے۔ قرآنِ مجید اس حقیقت کو بھی بیان کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ "[3]

(اور یہ لوگ آپ کو کیوں کر حاکم مان سکتے ہیں درآنحالیکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر یہ اس کے بعد رُوگردانی کرتے ہیں، اور وہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔)

---

[1] توبہ،9:34۔

AlTawbah, 9:34.

[2] محمد بن اسماعیل البخاری، صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الصلاة علي الجنائز با المصلى والمسجد، رقم الحديث :1329۔

Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alJanā'iz, Bāb alṢalāh 'alá alJanā'iz bialMuṣallī waalMasjid, Raqm alḤadīth: 1329.

[3] المائدۃ،5:43۔

AlMā'idah, 5:43.

ان کی بد اخلاقی کی گواہی حضرت عبد اللہ بن سلام نے دی جو کہ خود پہلے یہودی تھے، عرض کی: یارسول اللہ ﷺ یہ یہودی انتہاء کی جھوٹی قوم ہے۔ اسی طرح بنو قریظہ اور بنو نضیر کی دیت کے معاملے میں بھی آپ ﷺ نے برابری کا حکم دیا حالانکہ اس سے پہلے بنو نضیر کے لوگ بنو قریظہ کی نسبت آدھی دیت ادا کیا کرتے تھے۔[1] اس کی بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ صدیوں کے انحطاط نے ان کو اصل دین سے دور کر دیا تھا اور وہ نظری و عملی برائیوں کے ساتھ ساتھ نفسانی و شیطانی خواہشات کا شکار ہو گئے تھے۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے وقتِ نزع فرمایا: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے انبیاءؑ کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔[2]

اقتصادی و عدالتی نظم کے ساتھ ساتھ یہود نے تعلیم و تربیت کے لیے قلعہ نما "آطام" اور مدارس قائم کر رکھے تھے جہاں ان کی تعلیم تربیت اور دیگر شعارِ دین کے قیام کا مکمل انتظام تھا۔ بوقتِ جنگ و جدل یہودی ان قلعوں میں محصور ہو جایا کرتے تھے۔ اس طرح یہ مدارس و آطام ان کے فکری تحفظ کے ساتھ جان و مال کی حفاظت کے بھی ذمہ دار تھے۔[3]

---

[1] البخاری، صحیح البخاري، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلف آدم و ذریته، رقم الحدیث: 3329۔/ جواد علی، المفصل في تاریخ العرب قبل الاسلام، 6:519۔

alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb Aḥādīth alAnbiyā', Bāb Khalf Ādam waDhurīyyatih, Raqm alḤadīth: 3329./Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 519:6.

[2] البخاری، صحیح البخاري، کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ في البیعة، رقم الحدیث: 436،435۔/ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور، رقم الحدیث: 1330۔

alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alṢalāh, Bāb alṢalāh fī alBay'ah, Raqm alḤadīth: 435, 436./ Muḥammad bin Ismā'īl alBukhārī, *Ṣaḥīḥ alBukhārī*, Kitāb alJanā'iz, Bāb Mā Yakrahu min Ittikhāḍ alMasājid 'alá alQubūr, Raqm alḤadīth: 1330.

[3] ابن هشام، السیرۃ النبویة ﷺ، 1: 331،328۔/ بلاذري، فتوح البلدان، 1: 32۔/ جواد علی، المفصل في تاریخ العرب قبل الاسلام، 6: 533524۔

Ibn Hishām, *AlSīrah alNabawiyyah* (Ṣalla Allāhu 'alayhi wasallam), 1:328,331./ Balādhurī, *Futūḥ alBuldān*, 1:32./Jawād 'Alī, *AlMufaṣṣal fī Tārīkh al'Arab qabl alIslām*, 6:524533.

خلاصہ بحث

اس بحث میں یہود کی سیاسی و اقتصادی اور مذہبی و اخلاقی زندگی کا مختصر سا خاکہ بیان کی گیا ہے جس سے ان کی سماجی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔ اقتصادی میدان میں قومِ یہود بلند درجے پر فائز تھی حتیٰ کہ عرب سردار بھی اس میدان میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ یہ لوگ ابتداء میں مہاجرین کی حیثیت سے عرب کے مختلف علاقوں میں آکر آباد ہوئے تھے، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے سماجی ترقی کے سبب یہاں اپنا اثر ورسوخ قائم کر لیا اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اسلام کی آمد سے پہلے عرب میں ان کی کثیر آبادیاں قائم ہو چکی تھیں۔ صنعت و حرفت کے علاوہ بالخصوص انھوں نے ذراعت اور تجارت کے میدان میں پورے عرب میں اپنا سکا منوالیا۔ اس برتری اور صدیوں یہاں رہنے کے باوجود اپنی حکومت قائم نہ کر سکے اور ان کی تعداد بھی محدود رہی، جس کا ایک سبب ان کا موروثی عقیدہ تھا کہ وہ غیر بنی اسرائیل کو یہودیت میں داخل نہ ہونے دیتے تھے، اور دوسرا اہم سبب عرب کا قبائلی نظام تھا جس سے ہمیشہ انہیں خطرہ رہا۔ دینی و اخلاقی لحاظ سے وہ انتہائی پستی کے عالم میں تھے جھوٹ اور دھوکے بازی ان کی گھٹی میں پڑ چکی تھی۔ وہ انبیاءؑ کی تعلیمات کو بھلا کر شیطان کی غلامی اختیار کر چکے تھے یعنی الہامی تعلیمات سے واقفیت کے باوجود اس پستی میں رہے اور یہی ان کا سب سے بڑا جرم تھا۔ یعنی ان کی مادی زندگی جس قدر خوش حال تھی وہیں مذہبی و اخلاقی لحاظ سے وہ انتہائی پست تھے۔